# ابنِ عربیؒ، مولانا روم اور نظریہ وحدۃ الوجود

ڈاکٹر سعادت سعید، سنیئر وزیٹنگ پروفیسر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

## Abstract

Ibn ul Arabi, Jalal ud Deen Rumi and Muhammad Iqbal have taken their thought models from Quran, the great holy book for humanity at large. They belong to that distinguished civilization which has helped human beings creating pious societies for their living. This civilization is known for its anti-idols approach. Above mentioned thinkers were practicing Muslims and of course staunch followers of the messenger of God Muhammad (PBUH). For them God is the fountain of all the creations alone. Iqbal wrote in one of his Persian long poems: Rumi, the spiritual guide, with an enlightened heart, is the leader of the caravan of love and spiritual ecstasy. These three thinkers believe in unity of God in Islamic sense of the concept. Their approaches have nothing to do with Western pantheism or the concept of HALOOL in Vedanta culture.

سائنس، فلسفے، تصوف اور مذہب میں جن موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے ان میں کائنات کیا ہے؟ اس کی تخلیق کیونکر ممکن ہوئی؟ خدا کی حقیقت کیا ہے؟ وغیرہ کے اشتراک کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تمام علوم کہ جو انسان، کائنات اور حقیقت روح انسانی کو جاننے کے درپے ہیں وہ کسی نہ کسی سطح پر چند مشترک سوالات کی جانب ضرور رجوع کرتے ہیں۔ اس حوالے سے منطق، عقل، وجدان وغیرہ کی حقیقت پر بھی غور کیا جاتا ہے کہ یہ منطقیوں، فلسفیوں، صوفیوں اور عالموں کے بنیادی تفتیشی طریق ہائے کار کا جوہر ہیں۔ شیخ اکبر ابن عربیؒ نے بھی علت و معلول کے رشتوں کو سمجھا ہے۔ مولانا روم نے عقل اور وجدان کی حقیقت میں فرق کیا ہے۔ اقبال نے عشق اور عقل کی تمیز پر سیر حاصل مباحث اور پر تاثیر اشعار قلمبند کیے ہیں۔

بلاشبہ ابن عربیؒ ان باکمال مسلم فلسفیوں اور صوفیوں میں ممیّز مقام کے حامل ہیں جنہوں نے نہ صرف مشرقی فکر کو نئے راستے دکھائے بلکہ مغربی دانش کے بھی رہنما ستارے ثابت ہوئے۔ مسلم عروج کے زمانے میں یورپی دانشور علم کی پیاس بجھانے کے لیے مسلم دُنیا کا رُخ کیا کرتے تھے۔ کئی یورپی علاقوں میں ماضی کے عظیم مسلم فلسفیوں، صوفیوں، ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کی کتب کے پرانے تراجم کی موجودگی اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ہمارے علمی خزینوں سے اہل یورپ بڑے پیمانے پر مستفیض ہوئے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ وجود و عدم، انسانیت، آزادی، مذہبی وجودیت، مساوات، اخلاقی بالیدگی اور فکر و شعور سے تعلق رکھنے والے اکثر جدید مباحث کے ماخذ مسلم علم و دانش کے ذخائر میں تلاش کئے جا سکتے ہیں۔

ابن عربیؒ ان عظیم مسلم دانشوروں میں سب سے نمایاں مقام کے حامل ہیں جنہوں نے یورپی فکر پر براہ راست اثرات مرتب کیے ہیں۔مسلم دنیا میں وہ شیخ الاکبر اور امام الموحدین کے نام سے ملقب ہیں۔''مراتب الوجود''، ''مواقع النجوم''، ''فتوحات مکیہ'' چار جلدیں، ترجمان الاشواق (شاعری)، ''فصوص الحکم''، ''تفسیر صغیر''، ''تفسیر کبیر'' وغیرہ ان کی معرکہ الآرا کتب میں سے چند ایک ہیں۔

ابن عربیؒ ان با کمال صاحب حال مسلم مفکروں اور صوفیوں میں سے تھے جنہوں نے سرزمین مغرب پر اسلامی افکار و تصورات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔انہوں نے اپنے افکار کے ناتے سے نہ صرف مغربی دانش میں نئے زاویوں کو داخل کیا بلکہ مشرقی مفکرین نے بھی ان کی کتب سے عقیدت مندانہ راہنمائی حاصل کی ہے۔سپین سے مسلمانوں کے جبری انخلا تک تو ابن عربیؒ کی فکر کا طوطی بولتا رہا ہے بعد ازاں بھی ان کی کتب کے کئی یوروپی السنہ میں تراجم کی موجودگی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے فکر سے اہل مغرب کبھی بے بہرہ نہیں رہے۔

ابنِ عربیؒ ان عظیم مسلم دانشوروں میں سب سے نمایاں مقام کے حامل ہیں جنہوں نے یورپ، افریقہ اور ایشیا کے فکری زاویوں پر اپنے دیرپا نقوش چھوڑے ہیں۔

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ اندلس کے شہر مریسیہ میں ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حصول علم کی تمنا انہیں مختلف علاقوں کے عالموں اور دانشوروں کے پاس لے گئی۔انہوں نے مصر، شام، مکہ اور بغداد کی اہم علمی شخصیات سے اکتساب علم کیا۔حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے۔انہوں نے عمر کا بڑا حصہ دمشق اور روم میں گزارا۔ان کا مزار دمشق میں آج بھی مرجع الخلائق ہے۔ابن عربیؒ کے نظریات کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔اس دشت کی سیاحی میں عمر گزر جاتی ہے مگر پھر بھی بہت سے نکتے مخفی ہی رہتے ہیں۔شیخ جس دور سے تعلق رکھتے تھے اس میں نابغہ روزگار مسلم شخصیات موجود تھیں۔شیخ شہاب الدین سہروردی، صدر الدین قونوی، عمر بن فارض، فخر الدین عراقی، اوحد الدین کرمانی ان کے مراتب سے کون واقف نہیں ہے۔

ابن عربیؒ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اس فلسفے اور صوفیانہ مسلک نے انسان کو طبقاتی اور درجہ بند سماج کی نفی سکھائی ہے۔جزو میں کل دیکھنا، قطرے میں دریا موجزن پانا، ذرے میں آفتاب کا مشاہدہ کرنا، وحدۃ الوجودی نقطہ نظر کی بدولت ہی ممکن ہے۔علاوہ ازیں شیخ الاکبرؒ کا فلسفہ، ارتقا اور حرکت کے تصور کو تقویت دیتا ہے۔وہ قدیم اور حادث کے نقطے کو سمندر کی مثال سے واضح کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے سمندر تو ازلی اور قدیم ہے لیکن اس کی ہر لہر حادث ہے یہ کچھ عرصے بعد فنا ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ نئی لہر آموجود ہوتی ہے۔اقبال نے لکھا تھا:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

غالب نے کہا تھا:

آرایش جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

پروفیسر میاں محمد شریف اپنی کتاب ''مسلمانوں کے افکار'' میں لکھتے ہیں:

''یورپی تصوف بھی اسلامی تصوف سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہے۔[۱]''

ہسپانیہ کے مستشرق ماگوئل آسن وائی پلا کیوز اپنی کتاب ''اسلام اینڈ دی ڈیوائن کامیڈی'' میں یہ لکھتے ہیں کہ دانتے نے اپنی ڈیوائن کامیڈی میں دوسری دُنیا کی جو تصویر کھینچی ہے اس کی بہت سی تفصیلات کے باب میں وہ ابن عربیؒ کا مرہون منت ہے۔[۲] آرتھر آربری اپنی 'صوفی ازم' میں یورپی تصوف پر اسلامی تصوف کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ:

''مثال کے طور پر یہ ناممکن ہے کہ ہم ہسپانوی صوفی سینٹ جان صلبی کی نظمیں پڑھ کر اس نتیجے میں نہ پہنچیں کہ اس کی روش فکر اور تخیلی نہج بڑی حد تک ان مسلمان صوفیوں سے حاصل کی ہوئی ہے جو ہسپانیہ کے باشندے تھے۔[۳]''

شیخ اکبر ابن عربیؒ کے نظریات نے مسلم صوفیا کے ایک بڑے طبقے کو متاثر کیا ہے۔ سعدی شیرازی، شہاب الدین مہمرہ، امیر خسرو، حافظ شیرازی، مولانا روم، محمود شبستری، مولانا جامی، عرفی، فیضی، نظیری، مرزا صائب، بیدل، خواجہ میر درد، اور مرزا غالب جیسے شاعروں کے کلام میں موجود ''ہمہ اوست'' وحدانیت، جوہر کائنات کی یکتائی، جزو وکل، قطرہ و دریا، ذات و صفات، آئینہ وعکس، چراغ اور روشنی، ذرہ اور کائنات وغیرہ کے تصورات کا اصل سرچشمہ ابن عربیؒ کی تخلیقات میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ عبدالکریم الجیلیؒ، بہاؤالدین زکریاؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، شاہ ولی اللہ اور پیر مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف کے خیالات کو وحدۃ الوجود کے پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمارے سندھ، پنجاب اور سرحد کے اکثر صوفی شعرا وحدۃ الوجودی خیالات کے حامل تھے۔ ان کی شاعری میں انسان دوستی، مساوات اور جرأت و بے خوفی کے خیالات وحدۃ الوجودی نقطہ نظر کی کاٹ رکھتے ہیں۔ یہ صوفیا اور شعرا انجماد، سکون، ملائیت اور اندھی تقلید کے شدید مخالف تھے۔ انہوں نے پیران کلیسا کو کلیسا سے اُٹھانے اور خالق و مخلوق کے درمیان حائل پردوں کو اٹھانے کی کوشش کی۔ ابن عربیؒ اسلامی فکر کی تاریخ میں نمایاں اور ممیز مقام کے حامل ہیں۔

وحدۃ الوجود کو راہ سلوک کی روشنی بنانے والے انسان اور صوفی جنگل کے زیر اثر انسان میں در آنے والی وحشی جبلتوں کے خلاف اپنے بھرپور ردعمل کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ گلوبل ولیج بنانے کے نام پر سیاست، معیشت، ثقافتی فکر اور تمدنی امور میں جس نوع کے خم و چم پیدا کیے گئے ہیں اس کا ایک ہی توڑ ہے کہ اس نظام کے ستائے ہوئے دُنیا بھر کے مظلوم عوام ایک وحدت میں پروئے جائیں اور دُنیا میں اپنے آپ کو خدا سمان بنانے والی قوتوں کو اس بنیاد پر چیلنج کریں کہ ان کا حشر بھی فرعونوں، نمرودوں اور شدادوں والا ہوگا کہ فرعونی حکمتوں کا خاتمہ کلیمی ضربوں سے ممکن ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ایک ذات یعنی واحد ذات یعنی خدا کی ذات کی اہمیت اس دور میں بہت بڑھ گئی ہے کہ انسانوں نے دُنیاوی فرعونوں کے خلاف اس ذات کے وجود اور تصور کو بنیادی پیرا ڈائم کے طور پر استعمال کرنا ہے کہ اس وجود کو تسلیم کرتے ہوئے لا فرعونیت، لا سلطنت، لا ملائیت، لا سامراجیت، لا طبقاتی سماج، لا حیوانیت، لا جنگل لاء کے تصورات کا سہارا لینا ہے۔ خدا کو کائنات کی واحد طاقت ماننے کا صرف اور صرف ایک مطلب ہے کہ کسی بھی صورت کسی زمینی، ریاستی، یا انسانی خدا کو تسلیم نہ کیا جائے۔ اور خدا کی مخلوق ہونے کے ناتے کار پردازانِ دُنیا کو بتایا جائے کہ اس دُنیا میں ان کا قیام صرف ایک دفعہ کے لیے ہے لہٰذا اس کے ذرے ذرے کو استعمال کرنے

میں ان کا برابری کا حق موجود ہے۔یوں فلفہ وحدۃ الوجود کی عملی اور مادی افادیت ہمارے سامنے آسکتی ہے۔

اس پس منظر میں بین المللی اور بین الاقوامی وحدت انسانی کو قائم کیا جا سکتا ہے یعنی دنیا بھر کے مظلوم عوام کا ظالموں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہوسکتا ہے یوں تمام انسان دوست مذاہب اوران کو ماننے والے لوگ یکجا ہوکر ظالم اور وحشی قوتوں کے خلاف بنام وحدت خدا اپنی جدو جہد جاری رکھ سکتے ہیں کہ خدا نے انسانوں کو اس دنیا میں قتل ہونے اور مجبوری اور محکومی کی زندگی گزارنے کے لیے پیدا نہیں کیا۔

وحدت انسانی کی عصر حاضر میں بڑی اہمیت ہے۔اس وحدت کو ایک ہی صورت میں قائم کیا جا سکتا ہے کہ خدا کے روحانی اصول کی ناگزیریت کو دُنیا پر واضح کیا جائے کہ مادی ترقی کی اس دوڑ میں تمام مظالم کی بنیاد ’’سروائیول آف دی فٹسٹ‘‘ کے انتہائی غیر انسانی اصول پر قائم ہے۔اس اصول کے نتیجے میں کمزوروں اور غلاموں نے طاقتوروں اور آقاؤں کا لقمہ ہی بننا ہوتا ہے۔اور یوں دُنیا میں خدا نے جسے اپنا خلیفہ کہا ہے اور اسے اشرف المخلوقیت کا نقیب بنایا ہے اس کی سر بازار رسوئی ہو رہی ہے۔وحدۃ الوجود کے تصورات کو اپنانے سے تخریبی قوتوں کا خاتمہ ممکن ہوگا کہ یوں انسان اپنی حق برآریوں کے لیے جدو جہد کا رستہ اپنائے گا۔

کائناتی ٹھوس اجسام کے پس پردہ موجود تجریدات کوکون دیکھ پایا ہے۔اسی حوالے سے انسان نے پیکرِ محسوس کا خوگر ہونے کی وجہ سے صنم یا اصنام کی پرستش کے سلاسل کوفروغ دیا۔اس عمل سے اس کی تسلی ممکن نہیں ہوئی تو اس نے غیر محسوس اور تجریدی حوالے سے موجود خدا کی جانب رجوع کیا۔چنانچہ اسے کثرتوں میں وحدتیں نظر آنے لگیں تا آنکہ کہ وہ اس وحدت تک پہنچ گیا کہ کائنات کی تخلیق کی اصل اصول ہے۔اس کو پوری کائنات میں گرداں اور موجود پا کر اس کے حرکی ہونے کا معاملہ بھی طے کیا گیا۔اسے عناصر یعنی پانی، ہوا، آگ اور مٹی کے پس پردہ واحد قوت یا انائے مطلق نظر آئی۔قدیم یونان میں زینوفینز اور پارمی نائڈس جیسے فلسفیوں نے اس واحد طاقت کا سراغ لگایا۔ہستی بسیط، کومسلسل اور تقسیم سے معرٰی پایا۔ہندو مذہب میں شنکر اچاریہ نے اس قسم کے خیالات کوتسلیم کیا اور دُنیا کو مایہ اور فریب نظر جانا۔افلاطون نے دُنیا کواعیان ثابتہ کا عکس یا خیال جانا۔فیثا غورث نے ریاضیاتی اصول و اعداد کو ازلی سمجھا اور کہا کہ یہ ابدی اور غیر متغیر بھی ہیں۔ان فلسفوں میں وحدت ازلی کو حوادث و تغیرات سے پاک کہا گیا ہے جس سے اس کی شان ظہور یا صلاحیت تغیر پردہ اخفا میں رہی اور یوں دنیا کو تغیرات سے معرٰی جان کر اسے وہم مطلق سمجھ لیا گیا۔یوں معروضی حقیقت کا انکار کیا گیا اور داخلیت پرستی کے در وا ہوئے۔اس فلسفے کے ڈانڈے نئے دور کے فلسفیوں کے ماورائی یا داخلی تصورات سے بھی جا ملتے ہیں۔

ہیراکلیٹس نے کائنات کے پس پردہ وحدت کوحرکت اور تغیر سے عبارت جانا ہے۔کثرت میں وحدت کا جوہر دیکھتے ہوئے اس نے طاقت اولیٰ کوعقل کل سے تعبیر کیا۔اور کائنات اور اس عقل کو ارتقا پذیر سمجھا ہے۔اس نے فلسفہ اضداد کی بات کی اور کہا کہ ہر شے کے اندر تحارب یا جنگ کی کیفیت ہے اور یہی کیفیت اس کے اندر تغیر کوجنم دیتی ہے۔یعنی زمانے میں ایک تغیر ہی کو ثبات ہے۔تمام اضداد اپنے توافق کی تلاش میں ہیں کہ توافق انہیں اس عقل کل کی جانب کولوٹا دیتا ہے جو کائناتی حقیقت بھی۔علم کی اصل کثرتوں کے اندر وحدت کی تلاش ہے۔اگر داخلیت کے فلسفے نے اسپنوزا اور بریڈلے کو متاثر کیا ہے تو اس جدلی فلسفے نے ہیگل اور برگساں کے ارتقائی نظریات پر اپنا اثر ڈالا ہے۔سکندریہ کے علمی دبستان سے تعلق رکھنے والے فلسفی فلاطینوس

نے ان دونوں تصورات کو اپنے فلسفے میں ترکیبی شکل عطا کی۔وہ حقیقت اولیٰ کو بخود قائم اور تغیر پذیر جانتا ہے۔اس نے ہستی مطلق کو بسیط اور ایک قرار دیا ہے۔وہ کائنات اور زندگی کا منبع ومخرج اسے ہی سمجھتا ہے۔اس نے اس حقیقت کی تجلی کی جانب بھی توجہ دلائی ہے۔اس نے اس وحدت کو صفات سے ماورا کہا ہے۔اس وحدت کے اندر ارادہ،شعور اور نیکی یا حسن کا اس نے انکار نہیں کیا۔مسلم سپین میں اس نوع کے تصورات قرآن حکیم کی روشنی میں ابن عربیؒ کی کتب میں موجود ہیں۔

ابن عربیؒ نے ''انا کنز اً مخفی'' والی حدیث قدسی سے استفادہ کیا ہے۔اور''لاتسب الدھر انا الدھر'' یعنی زمانے کو برا مت کہو میں خود زمانہ ہوں۔ان تصورات کو مولانا روم نے یوں پیش کیا ہے:اپنے ظہور کی تمنا کرتے ہوئے خدا نے پہلے انسان کی تخلیق کی اور اسے خدائی صفات عطا کیں۔ پھر اس نے دُنیا تخلیق کی تا کہ انسان اپنی مخفی صلاحیتوں کو ظاہر کر سکے چنانچہ مظاہر کی دُنیا پیدا کی گئی تا کہ انسان اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور یوں خدائی عشق کے شکوہ کا اظہار کرے۔[۴]

صوفیوں نے پیغمبر اسلامﷺ (افضل الانبیا اور انسان کامل) کی اس حدیث کو بھی بیان کیا ہے''سب سے پہلے خدا نے میریﷺ روح تخلیق کی۔[۵]''

ابن عربیؒ کے نزدیک وہﷺ ایک عالم اصغر ہیں جو عالم اکبر(اللہ) کی تمام صفات کا مظہر ہے۔بن عربیؒ کی طرح رومی بھی عالم اصغر اور عالم اکبر کا تصور اپناتے ہیں۔رومی انسان کامل کو بیک وقت عالم اصغر اور عالم اکبر کا نمونہ سمجھتے ہیں:

> ''پس صورت کے اعتبار سے تو ہی عالم اصغر ہے۔پس معنی کے حوالے سے تو ہی عالم اکبر ہے۔ظاہری طور پر وہ شاخ اصل میوہ ہے۔ باطنی طور پر ثمر کی حصولی کے لئے ہست کی شاخ ہوگئی۔اگر ثمر کی خواہش اور امید نہ ہوتی تو باغبان کسی درخت کا بیج کیوں ڈالتا۔اس لئے وہ درخت معنوی طور پر میوہ سے پیدا ہوتا ہے اگر چہ صورت کے اعتبار سے وہ درخت کا پیدا کردہ ہوتا ہے تو وہ فکر جو اول ہے حقیقت میں آخر ہوتا ہے۔ خصوصاً وہ خیال جو وصف ازل ہے۔''[۶]

ابن عربیؒ کی تقلید میں رومی یہ بھی کہتے ہیں:

> ''شراب ہم سے مست ہے ہم اس سے نہیں جسم ہم سے وجود میں آیا ہے ہم اس سے نہیں ہم شہد کی مکھیوں کی مانند ہیں اور اجسام موم ہم نے جسم کو خانہ خانہ موم کی مانند کیا۔''رومی کا خیال ہے پیغمبر وجود مطلق کی زندگی بخش سرمدی روح ہیں۔ ایک زندہ مسیحا۔ اگرچہ ارضی تقویم میں وہ تمام پیغمبروں کے بعد تشریف لائے لیکن سرمدیت میں وہ ان میں اول ہیں۔ کیونکہ ان تمام نے محمد کے نور سے روشنی حاصل کی تھی۔اسی وجہ سے انسان کے جد امجد آدم محمد ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔[۷]''

ابن عربیؒ محمد کے سرمدی وجود کو انسان کامل جانتے ہیں۔رومی کے بقول انسان کامل اپنی میں سے اتنا آزاد اور خالص ہے کہ اسے یاد کرتے ہوئے ہم اپنا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

نقش او فانی و اوشد آئینہ
غیر نقش روئے غیر آں جائے نہ

انسان خدا کے اوصاف کا کیسے مظہر بنتا ہے۔اس کے بارے میں رومی کہتے ہیں:

''آدم اوصاف علو کا اصطرلاب ہے۔ آدمی کا وصف اس کی آیات کا مظہر ہے۔ اگرچہ اس کا عکس دوری دکھاتا ہے وہ ندی میں چاند کے عکس کی مانند ہے۔ اس کے اصطرلاب پر عنکبوت کے نقوش ہیں۔ وہ اوصاف ازل کے لئے ثبوت رکھتا ہے۔ تاکہ غیب کے چرخ اور روح کے خورشید سے اس کا عنکبوت شروح کا درس دیتا رہے۔ رشاد کا یہ اصطرلاب اور عنکبوت منجم کے بغیر عام لوگوں کے ہاتھ آ گیا۔ حق نے انبیا کو یہ تنجیم دی۔ غیب کے لئے غیب کو دیکھنے والی آنکھ درکار ہوتی ہے۔''۸

او تو است امانہ ایں تو آں توست　　کہ در آخر واقف بیرون شو است

تو می آخر سوی توی اولت　　آمدیت از بہر تنبیہ وصلت

توی تو در دیگری آمد دفیں　　من غلام مرد خود بنی چنیں

(وہ (پیغمبر) ہیں آپ لیکن یہ (غیر حقیقی) آپ نہیں (وہ ہے) کہ آپ آخر کار خارج کا شعور رکھتے ہیں (خیالی دُنیا سے آپ کا آخری (غیر حقیقی) آپ کے اوّل (حقیقی) سے پہلے آ گیا ہے پیوستگی یا اتصال تنبیہ کے لئے۔ آپ (حقیقی) کی ذات ایک اور غیر حقیقی ذات میں مستور ہے۔ اسی لئے میں اسی انسان کا غلام ہوں کہ جو خود کو (حقیقی طور پر) دیکھتا ہے۔۸

اس نے اپنے آپ سے کہا کہ خزانہ میرے گھر میں ہے پھر بھی میں فقر و شیون کی حالت میں کیوں ہوں؟ خزانے پر گدائی کی وجہ سے میں مردہ ہوں۔ اس لئے کہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں۔۹

رومیؒ ابن عربیؒ کی طرح خدا کی حقیقت کے متلاشی صوفی کیلئے فنا و بقا کے مقامات سے آگہی ضروری قرار دیتے ہیں۔

راہ جاں جسم کو اجاڑ بنا دیتا ہے۔ پھر اس ویرانی سے آباد کرتا ہے۔ زر کے خزانے کے لئے گھر ویران کیا اور اس کے اسی خزانے سے اور زیادہ معمور کرتا ہے۔ اس نے پانی کو قطع کیا اور ندی کو پاک کیا اور پھر اسی ندی میں بہنے والا پانی جاری کیا۔۱۰

اے کہ تم مخلصی کے حامل ہو (اگر) تم اسے چاہتے ہو (حقیقت) بے نقاب موت منتخب کرو اور نقاب پھاڑ ڈالو وہ موت نہیں کہ تم قبر میں رہ جاؤ گے۔ لیکن وہ موت کہ جو (روحانی) قلب ماہیت پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ تم نور میں جاؤ گے۔۱۱

میں تجھ میں یوں فنا ہوگیا کہ سر سے پاؤں تک تم سے معمور ہوں۔ اے مرے وجود مجھ میں کچھ باقی نہیں ہے سوائے نام کے۔ مرے وجود میں صرف تو ہی تو ہے۔ اے وہ کہ جس کی تمنائیں طمانیت بخش ہیں۔ اس وجہ سے میں تجھ میں فنا ہو گیا ہوں اے بحر انگبیں سرکے کی مانند۔ اس پتھر کی مانند جو مکمل طور پر لعل ناب ہوگیا ہے۔ یہ سورج کی صفات سے بھرا ہوا ہے۔ سنگی فطرت اس میں باقی نہیں رہی۔ یہ پشت و رو سے سورج کی شعاعوں سے معمور ہے۔ جب تک وہ لعل نہیں بنتا اپنا دشمن رہتا ہے کیونکہ اب وہاں صرف واحد میں نہیں ہے دو ہیں۔۱۲

ابن عربیؒ اور رومی حلول یا اتحاد خدا کے تصور کو نہیں مانتے۔ یوں انسان کبریائی کا دعوے دار بنتا ہے۔

فرعون نے انا الحق کہا تو وہ پست ہوگیا۔ منصور نے انا الحق کہا وہ بالیدہ ہوگیا۔ اس انا پر خدا کی لعنت ہے اور اس انا پر خدا کی رحمت ہے۔ ایک وہ کہ سنگ سیسہ کی مانند برا ہے۔ اور یہ عقیق ہے۔ وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق۔ یہ انا بے کار مقام کی ہے جو نہ تو نور کے اتحاد سے تعلق رکھتی اور نہ ہی اس کا قیاس حلول سے ہوسکتا ہے۔۱۳

میں شاہوں کے شاہ کی صورت نہیں ہوں اس سے دور ہوں۔ لیکن تجلی میں اس کے نور حامل ہوں۔ یہ شکل اور جوہر

کے اعتبار سے متجانس نہیں ہے پانی نباتات میں زمین کا متجانس ہو جاتا ہے۔[۱۴]

خاک شد جان و نشانی ہائے او
ہست بر خاکش نشان پائے او

جان اور اس کے آثار مٹی ہو گئے۔ اس کی مٹی پر اس کے پاؤں کے نقش ہیں۔

رومی ابن عربیؒ کی طرح یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا صناعی میں آذر ہے اور میں بت! وہ مجھے جو بنا دیتا ہے میں وہ ہو جاتا ہوں اگر مجھے ساغر بناتا ہے میں ساغر ہو جاتا ہوں اگر مجھے وہ خنجر بناتا ہے میں خنجر ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ مجھے چشمہ بناتا ہے میں پانی دیتا ہوں اگر مجھے آگ بناتا ہے تپش دیتا ہوں۔ میں وہ قلم ہوں جو اس نے دو انگلیوں کے درمیان تھام رکھا ہے میں طاعت کی صف میں بین بین نہیں ہوں۔

ابن عربیؒ کے تصورِ تخلیق کے اس جدلیاتی عمل کو جلال الدین رومی نے اپنی میں کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ فکر و فلسفہ کی تاریخ میں ماورائیت اور عینیت یا ٹھوس معروضیت کے مابین عرصے سے جاری جنگ آج بھی موجود ہے۔ علت و معلول کے سائنسی اور وجدانی حوالوں سے انسانی فکر کا دو طرفہ سفر سامنے آتا ہے۔ زمین سے آسمان کی طرف سفر اور آسمان سے زمین کی طرف سفر! ایک کی بنیاد استقرائی استخراج پر ہے اور دوسرے کی استخراجی استقرا پر! یوں انسانی فکر و فلسفہ ہر سماج، مذہب اور مکتب فکر میں باہمی طور پر برسرِ پیکار رہا ہے۔ ابن عربیؒ نے زمینی حقایق کی بنیاد پر آسمانی دانش کی جو عمارت کھڑی کی ہے اسے دیکھنے کے لیے پرنسپل عبدالسلام کا یہ مقالہ ہمارا ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

رامپور کے مدرسہ عالیہ کے پرنسپل عبدالسلام کا لکھا ہوا طویل مقالہ ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدۃ الوجود کے جوہر کا احاطہ کرتا ہے[۱۵]۔ انہوں نے ایک فلسفی کے نقطہ نظر سے مسائل تصوف کو اپنے علمی بیانات کی روشنی میں نئی جہتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ فکر و فلسفہ کے قدیم و جدید نظریات سے ان کی شناسائی نے اس مقالے کو وقیع بنایا ہے۔ عبدالسلام نے اپنے زیرِ مطالعہ رہنے والی ابن عربیؒ کے فلسفے پر لکھی گئی اہم کتب سے ذاتی سطح پر بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اس مطالعے نے ان کے دل میں اس خیال کو جگہ دی کہ وہ کوئی ایسا مقالہ لکھیں جس سے اس مسئلے دقایق ایسی زبان میں رقم ہوں کہ جسے فلسفے اور تصوف کا عام قاری بخوبی سمجھتا ہو۔ ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدۃ الوجود پر اُردو زبان میں کافی مواد موجود ہے تاہم یہ مواد زیادہ تر مشکل اور ادق اسالیب بیان میں لکھا گیا ہے عبدالسلام نے ایک فلسفی کی نظر سے اس مواد کو پیش نظر رکھا ہے اور ابن عربیؒ کی کتب اور رسائل میں سے اس فلسفے کے بنیادی نکات کو لے کر انہیں تواتر اور تسلسل سے پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کی وحدت کو تسلیم کرنا ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ ابن عربیؒ نے قرآن کے اس تصور کو کہ اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ اور اسلامی کلمے میں موجود اس تصور کو کہ اللہ کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے علت و معلول کے استخراجی طریقے کی بنیاد پر اسے استقرائی مثالوں کے وسیلے سے یوں مزین کیا ہے کہ عقیدہ اجزائے فلسفہ میں شامل ہو گیا ہے۔ مسلم فکر میں مغربی طرز کے فلسفیانہ طریق ہائے کار کی مدد سے لکھے گئے فلسفے کی تلاش بے سود ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں نے فلسفے کے میدان میں کوئی ترقی نہیں کی۔ مسلم فکر اور فلسفے کی نمایاں کتب تصوف کی اقلیم سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اس کی نمایاں وجہ تو یہ ہے کہ ان میں مابعد الطبیعات اور علم الکلام سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ ابنِ عربیؒ بھی ان دونوں

میدانوں کے شہسوار ہیں۔

ابن عربیؒ کے نظریہ وحدۃ الوجود کو ڈاکٹر الف۔د۔نسیم نے اپنی کتاب ''مسئلہ وحدۃ الوجود اور اقبال'' ۱۶ میں اس صراحت سے واضح کیا ہے کہ عام قاری کو اس کی پیچیدگیوں سے کوئی سروکار نہیں رہا۔انہوں نے عالم اسلام میں موجود ابن عربیؒ کے مداحوں کے بیانات اور آرااور اپنی صوفیانہ بصیرتوں اور بصارتوں کو کام میں لاتے ہوئے ان کے مسئلہ وحدۃ الوجود کے اسلامی پہلوؤں کی یوں نشاندہی کی ہے کہ پینتھی ازم کی مغربی روایت اور حلول و اتحاد کی ویدانتی روایت میں موجود شرک اور زندیقی کا اصل روپ نظر آنے لگا ہے۔الف۔د۔نسیم نے واضح کیا ہے کہ خدا ہی کائنات کی حقیقت مطلق ہے اور اس کی پیدا کردہ مخلوق کسی بھی صورت اس کی ہمسر نہیں ہوسکتی ۔اس کتاب کے فکری ،صوفیانہ اور علمی مباحث کی روشنی میں حلولیوں، ویدانتیوں اور اتحادیوں کے نظریات میں موجود منطقی مغالطوں کا آسانی سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ ۱۷

## حواشی اور حوالے:

۱۔ عبدلاسلام،ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود، مرتب ڈاکٹر سعادت سعید، لاہور: اقبال شریعتی فاؤنڈیشن، ۱۹۹۲ء، ص:۹

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ جلال الدین رومی کی دکان فقر، انگریزی، از سعادت سعید، مضمون بحوالہ مولانا و مولوی خانے سیمینار جلال بائیار یونیورسٹی منیسا، ترکی دسمبر ۲۰۰۲ء، ص:۱

۵۔ Rumi a Humanist، ڈاکٹر سعادت سعید، مضمون، سیمینار، رومی فورم، پاک ترک کلچرل ایسوی ایشن، پرل کونٹینینٹل لاہور، ص:۲

۶۔

پس بہ صورت عالم اصغر توئی　　پس بہ معنی عالم اکبر توئی
ظاہر آں شاخ اصل میوہ است　　باطناً بہر ثمر شد شاخ ہست
گر نبودی میل و امید ثمر　　کی نشاندی باغباں بیخ شجر
پس بہ معنی آں شجر از میوہ زاد　　گر بصورت از شجر بودش ولاد
اوّل فکر آخر آمد در عمل　　خاصہ فکر کو بودو صف ازل

۷۔

بادہ از ما مست شد نے ما ازو　　قالب از ماہست شد نے ما ازو

ما چوز نبوریم و قالب با چوموم    خانہ خانہ کردہ قالب را چوموم

۸۔

آدم اصطرلاب اوصاف علوست    وصف آدم مظہر آیات اوست
ہرچہ دوری می نماید عکس اوست    ہمچو عکس ماہ اندر آب جوست
بر صطر لابش نقوش عنکبوت    بہر اوصاف ازل دارد ثبوت
تاز چرخ غیب و ز خورشید روح    عنکبوتش درس گوید از شروح
عنکبوت وایں صطرلاب رشاد    بی منجم درکف عام اوفتاد
انبیارا داد حق تنجیم ایں    غیب راچشم بہ باید غیب بیں

۹۔

گفت باخود گنج درخانہ من است    پس مر آنجاچہ فقر و شیون است
بر سر گنج از گدای مردہ ام    زآنک اندر غفلت و درپردہ ام

۱۰۔

راہ جاں مر جسم راویراں کند    بعد ازآں ویرانی آباداں کند
کرد ویراں خانہ بہر گنج زر    وز ہماں گنجش کند معمور تر
آب رابرید جو را پاک کرو    بعد ازاں درجو رواں کرد آب خورد

۱۱۔

بی حجابت باید آں ای ذولباب    مرگ رابہ گزیں و بردر آن حجاب
نہ چناں مرگی کہ در گورے روی    مرگ تبدیلی کہ در نورے روی

۱۲۔

گفت من در تو چناں فانی شدم    کہ پُرم از توز ساراں تا قدم
برمن از ہستی من جز نام نیست    در وجودم جز تو اے خوش کام نیست
زاں سبب فانی شدم ایں چنیں    ہمچو سر کہ در تو بحر انگبیں
ہمچو سنگی کو شود کل لعل ناب    پر شود او از صفات آفتاب
وصف آں سنگی نہ ماند اندر او    پرشود ازوصف خود را پشت و رو
تا نہ شد اولعل خود را دشمن است    زآنک یک من نیست آنجا دومنست

۱۳۔

گفت فرعونی انا الحق گشت پست    گفت منصوری انا الحق و برست
آں انا را لعنۃ اللہ در عقب    ویں انا را رحمۃ اللہ ای محبّ

زآنک اوسنگ سیہ بد　این عقیق　　آں عدوی نور بود　این عشیق
این انا ہو بود در سرای فضول　　ز اتحاد نور نہ ارای حلول

۱۴۔

من نیم جنس شنشہ دور از او　　لیک دارم در تجلی نور ازو
نیست جنسیت از روی شکل و ذات　　آب جنس خاک آمد در نبات

۱۵۔ ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود، فہرست، ص:۳۔۴

۱۶۔ ڈاکٹر الف۔د۔نسیم، مسئلہ وحدۃ الوجود اور اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۱تا ۲۰

۱۷۔ حاشیوں میں دیئے گئے مولانا روم کے تمام اشعار کا ترجمہ مصنف نے کیا ہے۔